# ثنائے علم، ساقی نامہ وذکر وفات جناب باقر العلومؒ

ثنائے علم سے روشن ہے آسمان سخن اسی کے اوج سے ہے رفعت مکان سخن
فروغ پائے نہ کیوں جلوۂ جہان سخن زبان حق سے ملا مجھ کو مہر شان سخن
رہوں نہ کیوں سحر و شام اس وظیفے میں
ہے نور قول خدا نظم کے صحیفے میں

ہے مدح علم میں یوں درفشاں زبان خدا اسی کی آنکھ سے دیکھی ہر اک نے شان خدا
جلو میں علم کے ہے لشکر بیان خدا یہ رہنما ہو تو پاتے ہیں سب نشان خدا
یہ بعد خلق بھی یکتا ہے قبل خلقت بھی
اسی کے دم سے ہے آباد ملک وحدت بھی

کمال علم تن ناتواں کی قوت ہے حیات قلب ہے مردہ دلوں کی راحت ہے
اسی سے روشنی دیدۂ بصیرت ہے اسی سے مٹتی ہے جو ظلمت جہالت ہے
امام یہ ہے تو ماموم عقل انساں ہے
بجھائے کیا کوئی اس کو کہ شمع یزداں ہے

مطیع حق وہ ہے جو علم دیں میں کامل ہے عبادتوں پہ اسی سے ہر ایک مائل ہے
اسی کا معرفت کردگار حامل ہے جسے ملے نہ یہ دولت خدا سے جاہل ہے
جو بحر لطف الٰہی میں ڈوب جاتے ہیں
وہی تو گوہر الہام علم پاتے ہیں

ہے فوق عالموں کو علم سے ہر انساں پر ملائکہ کو شرف جیسے ہے بنی جاں پر
خیال کیجئے قول رسول یزداں پر طلب اسی کی ہے واجب ہر اک مسلماں پر
کھرا یہ مال وہ ہے حق جسے پرکھتا ہے
ہر اہل علم کو اللہ دوست رکھتا ہے

کمال علم نبی کے ہوں غیر کیا شاہد　　ملک نہ ہو سکے جس کے نہ انبیا شاہد
یہ ہے وقار محمد کہ ہے خدا شاہد　　خدا کے بعد کوئی ہے تو مرتضیٰ شاہد
نبی کی طرح رہی ان کو حق کی دھن دیکھو
اگر ہو شبہہ تو **یتلوہ شاھدٌ** دیکھو

جو نور حکمت حق سے ہیں فیضیاب علیؑ　　ہیں آسمان ہدایت کے آفتاب علیؑ
ہر ایک طرح سے احمد کا ہیں جواب علیؑ　　نبیؐ مدینۂ علم خدا ہیں باب علیؑ
کتاب حق میں شرف کے ثبوت کو دیکھو
جو شک ہو آیۂ **واتوالبیوت** کو دیکھو

ملا ہے بیت نبوت جو باب حیدر سے　　علیؑ کو چھوڑیں تو کیوں کر ملیں پیمبر سے
عیاں یہ راز ہے قول رسولؐ داور سے　　خدا تلک ہے پہنچنا تو آئیں اس در سے
ملائکہ کا یہیں تو ہجوم رہتا ہے
کھلا ہوا در باب علوم رہتا ہے

یہ باب وہ ہیں خذر جن سے غیر کرتے ہیں　　فرار کعبے سے ارباب دیر کرتے ہیں
جو طے یہ مرحلۂ باب خیر کرتے ہیں　　وہ شہر علم محمد کی سیر کرتے ہیں
جو ان دروں سے پیمبر کے پاس جاتے ہیں
بہشت حکمت حق کے مزے اُٹھاتے ہیں

یہ باب علم ہیں یہ باب حکمت احمد　　انہیں دروں سے کھلا شہر وقعت احمد
یہی ہیں عارف اللہ صورت احمد　　مودت ان کی ہے اجر رسالت احمد
خزانہ علم کا اہل طلب کو ملتا ہے
انہیں کے عشق سے اللہ سب کو ملتا ہے

جو اہل علم مطیع امام ہوتے ہیں　　وہ سالک رہ رب انام ہوتے ہیں
خدا کے لطف انہیں پر تمام ہوتے ہیں　　دران کے مرجع ہر خاص و عام ہوتے ہیں
مکیں مکان عنایات کبریا کے ہیں
جہان علم میں نائب وہ انبیا کے ہیں

جو اہل علم نے میراث علم پائی ہے
یہ شان ان کی تصانیف نے دکھائی ہے
ہے خامہ ان کا کہ شمشیر حق نمائی ہے
زیادہ خون شہیداں سے روشنائی ہے
وہ حق شناسی عالم زیاد کرتے ہیں
رہ خدا میں قلم سے جہاد کرتے ہیں

قلم ہیں ان کے سپاہ عدو کو شمشیریں
ہیں فتح حق کی انہیں کی کتب میں تدبیریں
چراغ راہ جنان سطروں کی ہیں تنویریں
ہر ایک صفحہ پہ علم نبیؐ کی تصویریں
ہر ایک لفظ میں جلوہ ہے حق نمائی کا
نہیں حجاب عیاں راز ہے خدائی کا

ہے فرض لوگوں پہ عالم کا احترام کریں
نہاں نہ مرتبہٗ نائب امام کریں
جب ان کے سامنے آئیں انھیں سلام کریں
ادب سے خُلق سے تہذیب سے کلام کریں
نہ طول بزم سے ہوں لوگ درد مند کبھی
مخالفت کی نہ آوازیں ہوں بلند کبھی

دلوں میں ان کے جو علم رسول داور ہے
ہمیشہ پیش نظر لطف رب اکبر ہے
جو اعتماد انھیں رحمت خدا پر ہے
نہ خوف قبر ہے نہ حشر کا انھیں ڈر ہے
جہاں میں ہوتا ہے انجام نیک عالم کا
اب اہل بزم سنیں حال ایک عالم کا

وہ کون عالم دیں مہر آسمان کمال
تھا جن کی ذات سے جلوہ نما جہان کمال
جو دے چکے تھے وہ دنیا میں امتحان کمال
نمود چہرے سے تھی روشنی شان کمال
جہاں شرع میں یہ اوج واحتشام ملا
خدا سے باقر علم نبی کا نام ملا

پسند تھی انھیں حامدؔ جو دل سے حمد خدا
نبی کے ناموں سے اسم محمد ان کو ملا
بھرا تھا حق نے جو سینہ میں علم کا دریا
بڑھایا بعد **محمد** کے لفظ **باقر** کا
عیاں وقار سیادت سے بھی ہے نام سے بھی
نبی سے بھی ہے تعلق انھیں امام سے بھی

حسب نسب میں وہ ذی جاہ تھے گرامی تھے
تھے فرد زاہدوں میں عابدوں میں نامی تھے
حقوق علم کے ہر طرح سے جو حامی تھے
کلام کرنے میں دریائے خوش کلامی تھے
نثار ہیرے تھے قربان آب گوہر تھی
کلام صاف تھا ان کا کہ موج کوثر تھی

نکالتے تھے جو قرآں سے نور کے مضموں
چمک میں کم نہ تھے وہ برق طور سے مضموں
حدیث کہنہ میں پاتے تھے وہ نئے مضموں
وہ جگمگاتی ہوئیں لفظیں وہ سجے مضموں
ضیائے علم و حکم تھے یہ نور ایماں تھا
چراغ نطق سراج منیر تاباں تھا

وہ وقت درس مضامین نو کی طغیانی
وہ سیل شبہہ وہ طلاب کی پریشانی
جواب میں انھیں سمجھا کے سِر قرآنی
نہ ہونے دیتے تھے کشتیٔ ذہن طوفانی
کمال بحث مسائل میں یہ دکھاتے تھے
انھیں سفینۂ آل نبیؐ میں لاتے تھے

جو طول دقّت مضموں سے بحث پاتی تھی
غریو مجمع طلاب کا بڑھاتی تھی
شکن جبین پر ان کے مگر نہ آتی تھی
رہ سکوں پہ وہ بپھرے ہوؤں کو لاتی تھی
دلوں کے ان کے سب ارماں نکل ہی جاتے تھے
صدائے نرم سے پتھر پگھل ہی جاتے تھے

گدا کا ہاتھ کبھی جب بلند ہوتا تھا
سخی تھے دست سخاوت نہ بند ہوتا تھا
ادب لحاظ ہر اک کو پسند ہوتا تھا
وہ خلق طائر جاں کو کمند ہوتا تھا
عجیب جلوہ نظر آتا تھا تبسم میں
اسیر ہوتے تھے دل رشتۂ تکلم میں

عطائے رب سے سیادت جہان میں پائی
نبیؐ کے خون کی شرکت بھی جان میں پائی
لسان حق سے فصاحت زبان میں پائی
وفور علم سے جدت بیان میں پائی
کلام ان کا بری تھا ہر اک تکلف سے
مگر مزا تھا نیا ذہن کے تصرف سے

تھا ان کا کعبۂ دل فیض رب سے دار علوم — وہ خانہ باغ کہ جس میں رہی بہار علوم
دیا تھا حق نے انھیں خلعت وقار علوم — عمامے کا تھا اشارہ ہیں تاجدار علوم
نگاہیں ان کی تھیں آگاہ دیں کی راہوں سے
انھیں کی شان زیادہ تھی بادشاہوں سے

در علوم محمد سے فیض خواہ وہ تھے — شکست دیتے تھے باطل کو حق پناہ وہ تھے
غنی تھے دل کے فقیر در اللہ وہ تھے — جہان زہد و توکل کے بادشاہ وہ تھے
خدا نے موعظوں کو خلعت قبول دیا
بجائے تخت انھیں منبر رسول دیا

مکین مسند دیں صاحب مفاخر تھے — وہ نیک باطن و روشن ضمیر و زائر تھے
جمیل نور ولا سے صفات ظاہر تھے — محیط خلق تھے علم نبی کے باقر تھے
جو دل میں دور خیال کلام داور تھا
خدا کی شان رواں قطرے میں سمندر تھا

مقام مجمع ابرار میں جو اعلا تھا — تھی دھوم نیکیوں کی خوبیوں کا شہرا تھا
ہمیشہ ان کی طرف گو کہ روئے دنیا تھا — ہوئے نہ طالب دولت غنی دل ایسا تھا
تمام عمر طریقے علی کے یاد رہے
عروس دہر کو دے کر طلاق شاد رہے

یہ چلنے والے جو راہ صواب دیں کے رہے — ضعیف ہو کے بھی عاشق شباب دیں کے رہے
یہ جبہہ سا جو در آفتاب دیں کے رہے — مطیع طاعتوں میں زین عابدیں کے رہے
نحیف جان پہ گو ضعف کی بلائیں تھیں
نمازیں تھیں کبھی روزے تھے گہہ دعائیں تھیں

یہ وحدت اور عدالت پہ جان دیتے تھے — یہ مصطفیؐ کی نبوت پہ جان دیتے تھے
رسول پاک کی عترت پہ جان دیتے تھے — امام دیں کی زیارت پہ جان دیتے تھے
دیار ہند میں آخر نہ ان کو کل آئی
جہاں کا عشق انھیں تھا وہیں اجل آئی

جو بے ثباتیٔ ہستی سے خوف کھاتے تھے	زباں پر اپنی دعائے نجات لاتے تھے
جو رشک باغ جناں کربلا کو پاتے تھے	اسی للک میں وہاں بار بار جاتے تھے
یہ دل میں کہتے تھے اوج و وقار مجھ کو ملے
قریب قبر شہ دیں مزار مجھ کو ملے

زمیں پہ عرش معلّٰی کی شان دیکھیں کلیم	حریم سید والا کی شان دیکھیں کلیم
ضیائے قبہ ٔ مولا کی شان دیکھیں کلیم	کلس مین برق تجلّٰی کی شان دیکھیں کلیم
نظر کریں سوئے نور حسینؑ تھم تھم کے
خدا نما ہے یہ بجلی نہ کس طرح چمکے

وہ تحت قبہ ضریح شہ ہدا کی شان	بلند زائروں کے نالے وہ بکا کی شان
وہ قبر دلبر سلطان انبیا کی شان	تہہ زمیں ہے وہ نور خدا خدا کی شان
اسی کی روشنی دین حق طفیلی ہے
ہے آفتاب نہاں اور دھوپ پھیلی ہے

شرف حسینؑ کے قول خدا سے ظاہر ہیں	علیؑ کی طرح یہ دین مبیں کے ناصر ہیں
نبی امام ملک بہر دید حاضر ہیں	انہیں کی قبر کے مہدیؑ دیں مجاور ہیں
شرف زمیں سے گیا تابہ آسماں اس کا
ہے انتہا کہ خدا ہے نگاہباں اس کا

ہوائے بزم شہ کائنات اچھی ہے	حسینؑ شاد ہوں جس سے وہ بات اچھی ہے
وہیں کی موت وہیں کی حیات اچھی ہے	زمیں فلک ہے دن اچھا ہے رات اچھی ہے
جو اس زمیں میں نہاں نور حق تعالا ہے
ریاض خلد سے بھی اس کا بول بالا ہے

سنے جو دل نے مقالات حضرت باقرؒ	کھلے خود اس پہ کمالات حضرت باقر
کہا، ہیں خوب خیالات حضرت باقر	عیاں جہاں پہ ہیں حالات حضرت باقر
قریب اجل ہے سوئے سرور زماں چلئے
خبر کسی کو نہ ہو اس طرح وہاں چلئے

پچاس سال سے کچھ سن زیادہ ہے کہ نہیں　　یہ کہئے دفتر اعمال سادہ ہے کہ نہیں
نظر کے سامنے جنت کا جادہ ہے کہ نہیں　　زیارت شہ دین کا ارادہ ہے کہ نہیں
نگاہ حق میں یہ دنیا کی آبرو کیا ہے
ہے شوق روضۂ سرورؑ تو لکھنؤ کیا ہے

قوی جو دل نے کیا چل کھڑے ہوئے باقرؒ　　سفر کے پہلے کسی سے نہیں ملے باقر
عزیز و دوست کو بیتاب چھوڑ کے باقر　　وطن سے اپنے سوئے بمبئی گئے باقر
شرف یہ قصد زیارت کے آشکار ہوئے
قدم جہاز نے چومے وہ جب سوار ہوئے

سوار ہوتے ہی لنگر جہاز کا اٹھا　　زبان موج سے اک شور مرحبا اٹھا
معائنے کو سفینے کا ناخدا اٹھا　　یہ جا شوؤں کی زبانوں پہ غلغلا اٹھا
قریب آنے نہ دے پانی کے تھپیڑے کو
لگا دے پار تو یارب ہمارے بیڑے کو

جہاز کے وہ ہر اک سمت دوستوں کا جماؤ　　کہیں پٹیلے کہیں ڈونگیاں کہیں ہے ناؤ
کہیں اتار کسی جا پہ موجے کا وہ چڑھاؤ　　ہے مستقیم کہیں راستہ کہیں ہے گھماؤ
وہ دھیمی چال تھی اس مرکب دخانی کی
نہ مٹ سکیں سر ساحل لکیریں پانی کی

جہاز جب لب ساحل کو چھوڑ کر نکلا　　طنابیں موجوں کی زوروں میں توڑ کر نکلا
ہزاروں فرق حبابوں کے پھوڑ کر نکلا　　نہنگ آئے جو آگے جھنجھوڑ کر نکلا
دکھایا آب رواں کو یہ زور بڑھ بڑھ کر
اتر گیا کبھی موجے کے کوہ پر چڑھ کر

جو دل فریبیوں میں یہ جہاز ہے چیدہ　　ہوا میں اڑ رہی ہے زلف دود پیچیدہ
حباب ڈال رہے ہیں نگاہ دزدیدہ　　بھنور میں مچھلیاں چھوٹی ہیں مردم دیدہ
ادائیں اس کی جو میزان دل میں تولی ہیں
نظارے کے لئے پانی نے آنکھیں کھولی ہیں

ہے سطح صاف سے روشن ہے بے ڈلک پانی	دکھاتا ہے در شہوار کی جھلک پانی
نگاہیں دیکھ رہی ہیں افق تلک پانی	خدا کی شان زمیں آب ہے، فلک پانی
حباب ہستی فانی کا دور کچھ بھی نہیں
سوائے آب زمانے میں اور کچھ بھی نہیں
ہے محو دید ہر اک کشتیٔ دخانی میں	نہیں ہے حس حرکت کا انھیں روانی میں
قریب شام ہوا فرق ضو فشانی میں	نکل کے آب سے خورشید ڈوبا پانی میں
یہ دیکھو قدرت یزداں شفق کے منظر میں
فلک پہ نصف ہے آدھی شفق سمندر میں
بلند چرخ پہ ظلمت کا جام ہو جانا	وہ رفتہ رفتہ سمندر میں شام ہو جانا
دراز گیسوئے شب کا وہ دام ہو جانا	طلوع مہ کا وہ پھر انتظام ہو جانا
سماں یہ دہرا نظر آیا ضو فشانی میں
کہ ایک چاند فلک پر ہے ایک پانی میں
فلک پہ جلوۂ مہتاب پھیلنا ہر سو	ستارہ دار وہ کمخواب پھیلنا ہر سو
وہ چاندنی کا سرآب پھیلنا ہر سو	وہ کھل کے بستر سیماب پھیلنا ہر سو
ضیائے چادر امواج وہ روانی میں
بہار بجلیوں کی جا بجا وہ پانی میں
گلوئے موج کا اک ہار ہے کف دریا	مثال نجم ضیا بار ہے کف دریا
سفید پھولوں کا گلزار ہے کف دریا	سیاہ لہریں جلا دار ہے کف دریا
یہ پیچ و تاب میں ہے سطح مستوی دیکھو
ہے زلف بحر پر افشاں چنی ہوئی دیکھو
جو آزمانے کو ہے قوت قمر پانی	بلند ہوتا ہے سینہ اُبھار کر پانی
جو کھینچتا ہے ادھر جذب کا اثر پانی	ہوا ہے اپنے پسینہ میں آپ تر پانی
تلاطم اس کو نہ سمجھے نگاہ بھولی ہے
لگی ہے دھوکنی پانی کی سانس پھولی ہے

سماں یہ دیکھنے میں محو کچھ مسافر ہیں　　بہار باغ سفر کے بہ شوق ناظر ہیں
کچھ اپنے کاموں میں مشغول شہ کے زائر ہیں　　خدا کی یاد میں لیکن جناب **باقر** ہیں
ہے وقت کون سا جب مدحت امام نہیں
بجز حسینؑ جہاں سے کچھ ان کو کام نہیں

قدم سے ان کے جو اعزاز پا گیا وہ جہاز　　طریق بحر میں سکہ جما گیا وہ جہاز
سفر میں اپنی روانی دکھا گیا وہ جہاز　　کنار بصرہ چھٹے[۶] روز آ گیا وہ جہاز
کیا جہاز نے لنگر تو خوش سیر اترے
علی مقام میں **باقر** زمین پر اترے

کہاں ہے ساقی الفت شعار ادھر آنا　　ہے تیرے شوق میں اک بادہ خوار ادھر آنا
ہوائے رحمت پروردگار ادھر آنا　　کہ آئے **باقر** عالی وقار ادھر آنا
وطن کو چھوڑا ترے در پہ جبہ سائی کو
ہوں تیرے ساتھ مَلک ان کی پیشوائی کو

ولا کا جام ارے ساقیا پلا اس کو　　شراب کوثر صدق وصفا پلا اس کو
اسی میں گھول کے خاک شفا پلا اس کو　　مریض غم یہ ہے ساقی پلا پلا اس کو
جگر کو ہاتھوں سے تھامے ہے لب پہ نالا ہے
ترے پسر کی مصیبت پہ رونے والا ہے

ہزار شکر ثمر نخل مدعا لایا　　میئ قبول کو ساقی حق نما لایا
جو چھ اماموں کے روضے انھیں دکھا لایا　　در حسین پہ آخر انھیں خدا لایا
ستم جو ضعف کے قلب ملول سے نہ اُٹھے
یہ بیٹھ کر در سبط رسول سے نہ اُٹھے

ادب کا تھام کے بازو وہ ان کو لے جانا　　حرم میں شاہ کے وہ جوش شوق سے جانا
وہ پانچ وقت نمازوں کے واسطے جانا　　قریں وہ مرقد سبط رسول کے جانا
خود اپنے مرنے کی اس سرزمیں پہ خواہش کی
وہ تحت قبۂ سرورؑ دعائیں بخشش کی

جو ملنے والی تھی دولت انھیں سعادت کی حرم میں جانے کی ہرگز نہ ترک عادت کی
جب ان سے اٹھ نہ سکیں محنتیں عبادت کی مرض نے آ کے تن زار کی عیادت کی

گرا جو صدر پہ نزلہ نفس کا شور بڑھا
گھٹیں جو قوتیں ذات الرّیہ کا زور بڑھا

مرض کے زور سے جب یہ تعب اٹھانے لگے علاج ہونے لگا اور طبیب آنے لگے
عزیز و دوست دوا پر دوا پلانے لگے دعائیں ہونے لگیں خیر سب منانے لگے

طبیعت ان کی سوا درد مند ہونے لگی
نفس کی آمد وشد جب کہ بند ہونے لگی

تعب بڑھا تو کہا دل نے کیا یہ باقر ہے سکون چاہئے تو ورثہ دار صابر ہے
ہے تو بچھونے پہ تکیہ ہے اور ترا سر ہے بڑا پسر ترا خدمت کو تیری حاضر ہے

ہر ایک دیتا ہے آرام انتہا کا تجھے
خیال چاہئے بیمار کربلا کا تجھے

رخ امام و رسول خدا پہ کر کے نگاہ وہ کہنا اشہد ان لاالٰہ الا اللہ
رسول و نائب حق ہیں محمد ذی جاہ وصی ختم رسل ہیں علی خدا ہے گواہ

جہاں کے صدموں سے آرام روح پا ہی گئی
زبان پر کلمہ تھا کہ موت آ ہی گئی

سبھوں نے میت باقر کو پہلے نہلایا حنوط کر کے کفن عالموں نے پہنایا
جو کاندھا دینے کو ہر ایک دوڑتا آیا بلند ہو کے جنازے نے اوج نو پایا

ملائکہ نے کیا احترام میت کا
وہ طوف گرد ضریح امام میت کا

وہ جمع اہل یقیں وہ نماز میت کی ضریح شہ کے قریں وہ نماز میت کی
بہشت کی وہ زمیں وہ نماز میت کی حضور قبلۂ دیں وہ نماز میت کی

قریب مرقد شبیرؑ قبر پاک ملی
زہے نصیب کہ خاک شفا میں خاک ملی

یہ رتبہ جس کے سبب سے ہے مرگ باقرؑ کا
معین وقت اجل جو ہے اپنے زائر کا
جو میہمان رہا کوفیوں سے جابر کا
بیان کرتا ہوں اب حال اسی مسافر کا
علیؑ کا لال محمدؐ کا وہ نواسا تھا
اسی زمیں پہ کئی دن کا بھوکا پیاسا تھا

وہ سر پہ مہر منور وہ بیکس و مظلوم
وہ ذرّے دھوپ میں اخگر وہ بیکس ومظلوم
وہ تیغ و نیزہ وخنجر وہ بیکس و مظلوم
وہ ابن سعدؔ کا لشکر وہ بیکس ومظلوم
نہ بھائی تھا نہ بھتیجہ نہ کوئی ناصر تھا
زمین گرم پہ سجدے میں وہ مسافر تھا

سوال آب زباں پر کبھی جو لاتے تھے
جواب خشک ہاں لعیں سے پاتے تھے
جو ہوک درد کی اٹھتی تھی تلملاتے تھے
سمیٹ لیتے تھے گہ پاؤں گہ بڑھاتے تھے
صدا بہن کو بھی افسوس دے نہ سکتے تھے
گلے پہ تیغ تھی شہ سانس لے نہ سکتے تھے

وہ کالی آندھی کا آنا حرم کا وہ کہرام
وہ ابن سعد سے فریاد زینب ناکام
بُکائے فاطمہؑ سے ہلتی تھی زمین تمام
خدا نے جلوہ دکھایا تو نکلی روح امام
حجاب قدس میں ہمراہ مصطفا پہنچی
زمین پہ جسم رہا روح تا خدا پہنچی

حسینؑ کے جو قلم سے ہو ناصر اے حامدؔ
جدید جتنے ہیں مضمون حاضر اے حامدؔ
حرم میں شہ کے جو ہے قبر باقر اے حامدؔ
گناہ بخش چکا ان کے غافر اے حامدؔ
وہ سید ایسے تھے دنیا سے تا خدا پہنچے
تھے جن کی آل میں ان تک جناں میں جا پہنچے

